45611
324

محترم جناب حضرت مفتی صاحب دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

درجِ ذیل مسائل میں شرعی رہنمائی مطلوب ہے، امید ہے کہ تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں گے۔

1. بعض کمپنیوں میں ہر سال چند ملازمین کو حج پر بھیجنے کی ترتیب ہوتی ہے، یعنی کمپنی اپنی طرف سے ملازمین کو حج کرواتی ہے، لیکن کمپنی اس کیلئے یہ شرط لگاتی ہے کہ ملازم سو فیصد حاضری دے، ایسے ملازم کا نام ترتیب میں شامل کیا جائے گا اور پھر اس کو حج پر بھیجا جائے گا، (الف) کیا کمپنی کا اس طرح کی شرط لگانا درست ہے؟ اور (ب) اس طرح جو ملازم حج کرتے ہیں ان کا حج ادا ہو جاتا ہے یا نہیں؟ (ج) اگر کسی ملازم پر حج فرض نہ ہو، لیکن کمپنی کی طرف سے حج کر کے آنے کے بعد اس کے پاس اتنا مال آجائے جس سے حج فرض ہو جاتا ہے تو کیا حج فرض ہونے سے پہلے جو حج کیا تھا وہ کافی ہو جائے گا یا حج فرض دوبارہ کرنا ہوگا؟

2. بعض اداروں میں ملازم سے تقرر کے وقت زرِ ضمانت کے طور پر کچھ رقم لی جاتی ہے، اور اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ خدانخواستہ اگر ملازم کمپنی کو کوئی ایسا نقصان پہنچائے جس کی تلافی شرعاً اس پر لازم ہو، وہ اس رقم سے وصول کیا جاسکے، کیا ملازم سے سیکورٹی کے طور پر کچھ رقم لینا درست ہے؟ نیز چونکہ ملازم زیادہ تعداد میں ہوتے ہیں، اس لئے سیکورٹی کی رقم بھی زیادہ مقدار میں ہوتی ہے، اور اس رقم کو امانت کے طور پر سنبھالنا بھی مشکل ہوتا ہے، اس کیلئے یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ یہ رقم کاروبار میں لگادی جاتی ہے، تاکہ اس سے نفع بھی ملتا رہے، اور جب ملازم فارغ ہو اس کو وہ رقم واپس کردی جائے، کیا اس رقم کو کاروبار میں لگا کر اس سے نفع حاصل کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

3. ایک اور اہم مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے ابتداء میں جب شناختی کارڈ بنوایا تھا تو اس وقت عمر ایک سال چھوٹی لکھوائی تھی، پھر اسکول میں بھی شناختی کارڈ والی تاریخ لکھوائی، اور یہی تاریخ میٹرک اور دیگر تمام سرٹیفکٹس میں بھی درج ہے، چنانچہ اسی بنیاد پر ملازمت کیلئے جس ادارہ میں گیا وہاں بھی وہی تاریخ لکھوائی، اب مسئلہ یہ ہے کہ اس ادارہ میں پچاس سال کی عمر میں ملازم کو ریٹائر کردیا جاتا ہے، اب اگر اس شخص کی عمر حقیقت میں پچاس سال ہو جاتی ہے، لیکن کاغذات کے حساب سے انچاس سال بنتی ہے، کیا یہ شخص کاغذات کے حساب سے پچاس سال کی عمر تک ملازمت کرسکتا ہے جبکہ حقیقت میں اُس وقت اس کی عمر اکیاون (51) سال ہوگی؟

4. آخر میں ایک اور رائج اہم مسئلہ میں بھی رہنمائی فرمادیں کہ آج کل بعض لوگ لائبریری کی شکل میں ایک دوکان بنالیتے ہیں اور اس میں مختلف قسم کی کتابیں اسلامی، غیر اسلامی، ناول، ڈائجسٹ اور میگزین وغیرہ رکھ لیتے ہیں، پھر ان کتابوں کو کرایہ پر دے کر نفع حاصل کرتے ہیں، اس میں لوگوں کیلئے بھی سہولت ہے کہ اگر کسی کو ایک کتاب/ناول کا وقتی طور پر مطالعہ کرنا ہے لیکن قیمت زیادہ ہونے کی وجہ سے خرید نہیں سکتا، تو اس کیلئے یہ آسان راستہ ہے کہ تھوڑے پیسوں میں دو/تین دن کیلئے کرایہ پر لے لے، اور پڑھنے کے بعد واپس دیدے۔ اس طرح کتابیں کرایہ پر دینے میں کوئی مسئلہ تو نہیں ہے؟

جزاکم اللہ تعالیٰ خیرا

العارض: محمد معاویہ
[signature]
8.4.2015
جمشید روڈ کراچی
0334.0324325

(دار الافتاء stamp: فتوی نمبر ۱۳۰/۱۱)

(جوابات منسلک ہیں)

253

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیا

﴿۱﴾۔۔۔(الف): کمپنی کا اپنے ملازمین کو حج پر بھیجنے کیلئے سو فیصد حاضری کی شرط لگانا جائز ہے، کیونکہ کسی ملازم کو حج کیلئے بھیجنا کمپنی کی طرف سے تبرع اور انعام ہے، اور انعام کو سو فیصد حاضری کے ساتھ مشروط کیا جاسکتا ہے۔

(ب): اگر احرام کی پابندیوں کا خیال کرتے ہوئے حج کے ارکان صحیح طریقہ سے ادا کئے جائیں تو حج ادا ہو جائے گا۔

(ج): مذکورہ ملازم اگر حج فرض یا مطلق حج کی نیت سے احرام باندھ کر حج کرے تو اس کا حجِ فرض ادا ہو جائے گا، اور بعد میں صاحبِ نصاب ہونے کی وجہ سے اس پر دوبارہ حج فرض نہ ہوگا۔

غنية الناسك (ص: ۳۲)

فصل: وأما شرائط وقوع الحج عن الفرض فالاسلام... وعدم نية النفل... فلا يقع حج الكافر عن الفرض إذا أسلم...ولا بنية النفل... وأما الفقير ومن بمعناه كمن له مال مستغرق بالديون، أو بحقوق المسلمين، كالظلمة من الأمراء والسلاطين إذا حج سقط عنه الفرض إن نواه، أو أطلق النية، حتى لو استغنى بعد ذلك لايجب عليه ثانيا (لباب).

الدر المختار – (۲ / ٤٨٦)

ولو أطلق نية الحج صرف للفرض ولو عين نفلا فنفل وإن لم يكن حج الفرض شرنبلالية عن الفتح

﴿۲﴾۔۔۔ملازمت کا معاملہ شرعاً عقدِ اجارہ ہے، اور عقدِ اجارہ ایسی شرط سے فاسد ہو جاتا ہے جو مقتضائے عقد کے خلاف ہو، کیونکہ ایسی شرط فریقین کے درمیان نزاع کا باعث بنتی ہے، لیکن اگر عُرف میں اس شرط کا رواج ہو جائے اور لوگ آپس میں بلا جھجک اس شرط کے ساتھ معاملات کرنے لگیں اور اس میں کسی قسم کا نزاع نہ ہوتا ہو تو عقدِ اجارہ میں ایسی شرط لگانے کی گنجائش ہے، اور اس سے عقد فاسد نہیں ہوتا۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں ملازم سے تقرر کے وقت سیکورٹی کے طور پر کچھ رقم لینا اور اس رقم کو کاروبار میں لگا کر نفع حاصل کرنا جائز ہے۔ کیونکہ یہ معاملہ "اجارہ بشرط القرض" ہے، جو اصلاً اگرچہ ناجائز ہے لیکن چونکہ یہ شرط آج کل متعارف ہو چکی ہے اور فریقین کے درمیان باعثِ نزاع نہیں ہوتی اس لئے یہ معاملہ جائز ہوگا۔ اور

(جاری ہے۔۔۔)

دار الافتاء

چونکہ اس رقم کے لین دین کے وقت ابتداء ہی سے فریقین کی نیت اس کو استعمال کرنے کی ہوتی ہے اس لئے اس رقم کی حیثیت قرض کی ہے، لہٰذا اس کو استعمال کرنا بھی جائز ہے۔

تاہم مذکورہ جواب چونکہ کسی صریح جزئیہ کے بجائے ضوابط پر مبنی ہے اس لئے دیگر اہلِ فتویٰ علماءِ کرام سے بھی رجوع کر لیا جائے۔ (ماخذہ تبویب: ۱۱/۹۹۷)

<u>الهداية شرح البداية - (۳ / ٤٨)</u>

ثم جملة المذهب فيه أن يقال كل شرط يقتضيه العقد كشرط الملك للمشتري لا يفسد العقد لثبوته بدون الشرط وكل شرط لا يقتضيه العقد وفيه منفعة لأحد المتعاقدين أو للمعقود عليه وهو من أهل الاستحقاق يفسده كشرط أن لا يبيع المشتري العبد المبيع لأن فيه زيادة عارية عن العوض فيؤدي إلى الربا أو لأنه يقع بسببه المنازعة فيعري العقد عن مقصوده إلا أن يكون متعارفا لأن العرف قاض على القياس

﴿۳﴾۔۔۔مذکورہ شخص میں اگر کام کی صلاحیت ہو اور سپرد کئے ہوئے کام صحیح طور پر انجام دے سکتا ہو تو اس شخص کیلئے کاغذات کے حساب سے پچاس سال کی عمر تک ملازمت کرنے کی گنجائش ہے اگرچہ حقیقت میں اس کی عمر اکیاون سال ہو۔ کیونکہ سرکاری حلقوں اور دفاتر وغیرہ میں عام طور پر میٹرک اور کاغذات میں لکھی ہوئی تاریخِ پیدائش ہی کا اعتبار کیا جاتا ہے اور ریٹائرمنٹ کا ضابطہ بھی اسی کے مطابق ہے۔ (ماخذہ تبویب: ۱۱/ ۸۳۹)

﴿۴﴾۔۔۔جو کتب ورسائل فحش اور خلافِ شرع مضامین پر مشتمل ہوں انہیں کرایہ پر دینا معصیت اور گناہ میں تعاون میں کرنا ہے جو ناجائز ہے۔ البتہ جو کتب ورسائل اسلامی ہیں یا جن کے مضامین خلافِ شرع نہیں ہیں اُن کو کرایہ پر دینے کے بارے میں حضراتِ فقہاءِ کرامؒ کا اختلاف ہے، حضراتِ ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک جائز ہے اور فقہاءِ احنافؒ کی عام تصریحات کے مطابق ناجائز ہے، لیکن آج کل اس کا عُرف ہو جانے کی وجہ سے احنافؒ کے نزدیک بھی اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، کیونکہ شرح العینیؒ کی عبارت سے اجارۂ کتب کے ناجائز ہونے کی وجہ "عدمِ تعارف" معلوم ہوتی ہے۔ اور چونکہ آج کل کتب ورسائل کے کرایہ پر دینے کا عُرفِ عام ہے اس لئے اس معاملہ کی گنجائش ہے، تاہم بہتر یہ ہے کہ اس کو مستقل پیشہ نہ بنایا جائے۔ (ماخذہ تبویب: ۱۷/۴۸۵)

<u>فی شرح العینی علی کنز الدقائق المسمّٰی ب "رمز الحقائق" - (۲/ ١٥٤) {رباب الإجارة الفاسدة}</u>

وفي روضة الزندويستي: كان شيخنا أبو محمد عبد الله الخيزاخزي يقول: في زماننا يجوز للإمام والمؤذن والمعلّم أخذ الأجرة، ولا يجوز استئجار المصحف وكتب الفقه لعدم التعارف

(جاری ہے۔۔۔)

دار الافتاء

[redacted]993

المغني – ابن قدامة – (٦ / ١٤٣)

فصل : وفي إجارة المصحف وجهان أحدهما : لا تصح إجارته مبنيا على أنه لا يصح بيعه وعلة ذلك إجلال كلام الله وكتابه عن المعارضة به وابتذاله بالثمن في البيع والأجر في الإجارة والثاني : تجوز إجارته وهو مذهب الشافعي لأنه انتفاع مباح تجوز الإعارة من أجله فجازت فيه الإجارة كسائر الكتب فأما سائر الكتب الجائز بيعها فتجوز إجارتها ومقتضى مذهب أبي حنيفة أنها لا تجوز إجارتها لأنه علل منع إجارة المصحف بأنه ليس في ذلك أكثر من النظر إليه ولا تجوز الإجارة لمثل ذلك بدليل أن لا يجوز أن يستأجر سقفا لينظر إلى عمله وتصاويره أو شمعا ليتجمل به. ولنا أنه انتفاع مباح يحتاج إليه وتجوز الإعارة له فجازت إجارته كسائر المنافع وفارق النظر إلى السقف فإنه لا حاجة إليه ولا جرت العادة بالإعارة من أجله وفي مسألتنا يحتاج إلى القراءة في الكتب والتحفظ منها والنسخ والسماع منها والرواية وغير ذلك من الانتفاع المقصود المحتاج إليه

روضة الطالبين – (٥ / ٢٥٦)

فصل في مسائل منثورة تتعلق بالباب ...... الرابعة: تجوز إجارة المصحف والكتب لمطالعتها والقراءة منها

الشرح الكبير للدردير – (٤ / ٢٠)

(ولو مصحفا) للقراءة فيه فيصح إجارته لها ويجوز ابتداء خلافا لابن حبيب

حاشية الدسوقي على الشرح الكبير – (٤ / ٢٠)

قوله (ولو مصحفا) مبالغة في الصحة إذا توفرت ((توافرت)) الشروط كما أشار له الشارح أي تصح الاجارة إذا توفرت شروطها هذا إذا كان المستأجر غير مصحف بل ولو كان مصحفا............ والله سبحانه وتعالى أعلم بالصواب

محمد حذیفہ عفا اللہ عنہ

دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی

۷/رجب المرجب-۱۴۳۶ھ

۲۷/اپریل-۲۰۱۵م

الجواب صحیح

الجواب صحیح

۱۰/۷/۱۴۳۶

MU0256